بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الأنبیاء والمرسلین سیدنا ونبینا وحبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ وأصحابہ أجمعین۔

أما بعد۔۔۔أعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ٭ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ٭

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہٗ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا.

ہجوم بلبل ہوا چمن میں جو گل نے کیا جمال پیدا
کمی نہیں قدرداں کی اکبر کرے تو کوئی کمال پیدا

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ کی محبت اور عشق میں اہل علم کی اتنی بڑی تعداد یہاں جمع ہو چکی ہے، میں حضرت کا شاگرد نہیں ہوں، حضرت میرے اساتذہ کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اور بچپن سے ہی میرا یہ خاص مزاج رہا کہ جو اکابر میرے اساتذہ کے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، چاہے میں نے ان سے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو تب بھی میں ان کے ساتھ اساتذہ والا ادب واحترام کرتا ہوں۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بہت سارے رمضان گزارنے کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے سعادت عطا فرمائی،تو سہارن پور کے اس قیام میں رمضان شروع ہونے سے پندرہ دن پہلے پہنچ جاتا تھا۔اس وقت طبیعت پر ایک عجیب جنون سوار تھا، مدرسہ کی چھٹی ہوئی نہیں کہ ٹکٹ بنا کر سہارن پور حضرت شیخؒ کی خدمت میں پہنچ گیا، ایک مزاج بنا ہوا تھا۔کہیں اور جانے کا جی نہیں چاہتا تھا۔

یہاں تک کہ جب ۲۵ ؍شوال کو میری شادی ہوئی تھی اور ۲۸ ؍شوال کو تو میں سہارن پور جانے کے لیے نکل گیا۔لوگ کہنے لگے: یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا: بیوی تو کہیں جانے والی ہے نہیں! حضرت شیخ سے پتہ نہیں کب تک استفادہ کا موقع ملے؟ بہرحال! جب بھی سہارن پور کا قیام ہوتا تھا،تو حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کی نوبت آتی رہتی تھی اور حضرت بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔میں بہت سے سوالات،اعتراضات کرتا۔حضرت نے میرا نام رکھا تھا لکڑ پتھر حنفی۔جب بھی میں جاتا حضرت یہی کہتے یہ لکڑ پتھر حنفی آ گیا۔اور کوئی سوال کرتا تو حضرت جواب نہیں دیتے تھے۔

خیر! بڑی شفقت فرماتے تھے، پھر اخیر میں تو حضرت سے ڈر لگنے لگا،اس لیے زیادہ بے تکلفی سے بھی پیش نہیں آتا تھا اور حاضری بھی کم کردی تھی کہ کہیں ناراضگی ہوجائے اور ہمارے لیے وبال جان بن جائے۔بہرحال! حضرت کو پہلے سے دیکھا،اپنے حجرہ کے اندر بس ہمیشہ مطالعہ میں مشغول ہوتے۔

یہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا واقعہ یہ ہے کہ یہ چیز یوں ہی حاصل نہیں ہوتی۔ جو قربانیاں دی جاتی ہیں لوگوں کو نظر نہیں آتی؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں یہ قربانیاں ضائع نہیں جاتیں،اس کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو نوازا جاتا ہے وہ لوگوں کو بعد میں نظر آتا ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ،حضرت رائے پوریؒ کا مقولہ نقل کرتے تھے: جو ہماری ابتدا دیکھے وہ کامیاب اور ہماری انتہا دیکھے وہ ناکام۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحبؒ نے علم کے لیے جو قربانی دی ہے اور جو محنت کی ہے،جن لوگوں نے آپ کو محنت کرتے ہوئے دیکھا ہے وہی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔یوں سمجھیے چوبیس گھنٹے آپ کتابوں ہی میں

مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی آخری عشرہ حضرت شیخ کے وہاں ہوتے تھے، تو وہاں بھی زیادہ تر مطالعہ کتابوں ہی کا رہا کرتا تھا۔

تو بہر حال! حضرت کا ایک خاص مزاج یہ بھی تھا کہ کوئی بات کسی کتاب میں دیکھی چاہے وہ حافظ ابن حجر نے لکھی ہو، یا علامہ عینی نے تو حضرت کو یہ جستجو ہوتی تھی کہ حافظ ابن حجر نے یہ بات کہاں سے لی؟ علامہ عینی نے یہ بات کہاں سے لی؟ پھر انہوں نے جہاں سے لی وہ تلاش کرتے تھے۔ پھر وہ جب مل جاتا تھا تو پھر آگے، کہ علامہ نووی سے انہوں نے لی ہے تو پھر علامہ نووی نے کہاں سے لی ہے؟ چناں چہ اس بات کو اس کے سارے مآخذ کو اور مراجع کو تلاش کر کے آخر تک پہنچاتے تھے۔ اس تلاش میں کبھی کبھی دو دو تین تین دن اور راتیں گزر جاتی تھیں؛ لیکن حضرت تھکتے نہیں تھے۔

اور حضرت ان سب باتوں کو اپنی کتاب کے حواشی پر لکھتے تھے۔ حضرت کے پاس جو مشکوٰۃ تھی، اس کا لطیفہ تو ہمارے دوسرے احباب بھی جانتے ہیں۔ ابھی گذشتہ سال یا اگلے سال جب حضرت یہاں تشریف لائے تھے، تو یہاں کھروڈ آنے کے لیے سورت میں مولانا یونس رندیرا صاحب کے مکان پر قیام تھا۔ میں ملنے گیا تو حضرت نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق فرمایا: دیکھو! یہ آیا ہے، اس نے ایک مرتبہ مجھے ایک قلم دیا، اور پھر دو دن کے بعد آ کر کہتا ہے کہ حضرت! وہ آپ کی مشکوٰۃ پر آپ نے جو نوٹس لکھے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو نقل کروں۔ حالاں کہ میرے دل میں تو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ میں نے یہ قلم دیا ہے اس لیے میں یہ مطالبہ اور درخواست کر رہا ہوں؛ لیکن حضرت نے فوراً کہا: ہاں! وہ قلم دے گیا ہے اس لیے یہ مانگتا ہے۔ اور وہ چیز برابر موقع بموقع حضرت لوگوں کو سناتے رہتے تھے۔ یہ محبت کی بات ہے۔ حضرت محبت فرماتے تھے اور جب سلام بھیجتا تو

بھی حضرت دعائیں دیا کرتے تھے۔

بس! حضرت کی ایک بات نقل کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ ہمارے ایک دوست نے یہ بات بیان کی ہے، میں نے براہ راست نہیں سنی، حضرت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت شاہ اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی موجود تھے۔ اور اچانک میری زبان سے نکل گیا کہ میں حدیث اس استحضار کے ساتھ پڑھاتا ہوں کہ باتیں تو ان کی ہیں، زبان میری۔ جب ان تینوں بزرگوں نے یہ بات سنی تو تینوں رونے لگے۔ اور حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب نور اللہ مرقدہ تو فرمانے لگے کہ حدیث پڑھانے والے تو بہت ہیں؛ مگر اس استحضار کے ساتھ پڑھانے والے کہاں؟ اور دیر تک روتے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ اندازہ لگائیں! جو آدمی اس استحضار کے ساتھ حدیث پڑھاتا ہوگا پھر اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کیا کچھ نہ نوازا جاتا ہوگا؟

بہر حال! قبولیت جیسا کہ ابھی مولانا سفیان صاحب زید مجدہٗ نے فرمایا، یوں ہی حاصل نہیں ہوتی، اس کے لیے بھی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اور آپ کی ابتدائی زندگی تو مطالعہ وغیرہ میں ایسی مشغول اور گم نامی کی رہی کہ لوگ زیادہ جانتے بھی نہیں تھے۔ بہت سے سہارن پور جاتے تھے اور ان کو حضرت شیخ یونس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے کمرے کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

بہر حال! یہ ہم لوگوں کے لیے بڑا سبق ہے۔ اور خاص کر کے ہمارے اس جدید اور نوجوان فضلاء کی خدمت میں یہ واقعہ اس لیے ذکر کیا کہ بھائی! ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو علم کے لیے فنا کر دیں۔ اور اس کے لیے محنت کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں یہ محنت

ضرور قبول ہوگی۔

از پئے علم چوں شمع باید گداخت

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

میرے پیش نظر پہلا مصرع ہے کہ علم کے پیچھے شمع کی طرح پگھلنا چاہیے، یہ کیفیت اگر ہو جائے تو اللہ تبارک تعالیٰ نوازتے ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ حضرت کے مراتب بلند فرماوئے، اور ہم لوگوں کو حضرت کی زندگی کے ہر ہر جز سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔